ابوعمار زاہد الراشدی

روہنگیا مسلمانوں کا جرم؟

این۔این۔آئی کے حوالے سے ''پاکستان'' میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق اقوام متحدہ نے برما (میانمار) سے مطالبہ کیا ہے کہ اقلیتی روہنگیا مسلمانوں کی شہریت اور طویل مدتی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے معاملات کا تعین کیا جائے، جن میں لاکھوں افراد نسلی تشدد کے واقعات کے نتیجے میں پناہ گزین خیموں میں رہائش پر مجبور ہوئے۔ غیر ملکی میڈیا کے مطابق اقوام متحدہ کے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر امداد سے متعلق ادارے نے بتایا ہے کہ برما کی مغربی ریاست راکھین (اراکان) میں 140000 افراد بے گھر ہیں۔ ایک برس سے جاری بودھ مسلمان فسادات کے باعث تقریباً 2000 افراد ہلاک ہو چکے ہیں، جبکہ یہ خطہ مذہبی اور نسلی بنیادوں پر بٹ چکا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ضرورت مندوں کو اب روزانہ کی بنیاد پر خوراک تقسیم ہوتی ہے اور 71000 سے زائد افراد کو پناہ دینے کے لئے عارضی خیمے قائم ہیں۔ عالمی ادارے نے متنبہ کیا ہے کہ تناؤ کی بنیادی وجوہات ختم کئے بغیر دیرپا امن اور ہم آہنگی قائم نہیں ہوسکتی۔ رپورٹ میں کم وبیش 800000 مسلمانوں کی شہریت کے تعین کے معاملے کو حل کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

میانمار (برما) کی مغربی ریاست اراکان کے بارے میں اس قسم کی رپورٹیں کم وبیش ایک سال سے تسلسل کے ساتھ اخبارات کی زینت بن رہی ہیں اور اقوام متحدہ اور او۔آئی۔سی سمیت عالمی اداروں کی طرف سے احتجاج اور برما کی حکومت سے اصلاحِ احوال کے مطالبات بھی نظر سے گزرتے رہتے ہیں، لیکن صورتِ حال میں بہتری کی کوئی صورت سامنے نہیں آرہی، بلکہ اراکانی مسلمانوں کی اس بے رحمانہ خونریزی کو بودھ مسلم فسادات یا نسلی فسادات کا عنوان دے کر فریقین کے درمیان کشمکش بتایا جارہا ہے، حالانکہ یہ سب کچھ یک طرفہ ہے۔ قتل صرف مسلمان ہورہے ہیں، مکانات صرف ان کے جل رہے ہیں، وہی جلاوطن ہورہے ہیں، پناہ گزینوں کے کیمپوں میں صرف ان کا بسیرا ہے اور انہی پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا ہے، اس سلسلے میں پاکستان کی رائے عامہ اور دردمند مسلمانوں کو توجہ دلانے کے لئے ''اراکان ویلفیئر فاؤنڈیشن'' کے نام سے ایک فورم کام کر رہا ہے، جس کی لاہور میں سرپرستی جامع مسجد خضراء سمن آباد کے خطیب مولانا عبدالرؤف فاروقی کر رہے ہیں۔ فاؤنڈیشن کی طرف سے اراکان کی صورتِ حال کے بارے میں ایک تفصیلی رپورٹ شائع کی گئی ہے جو ممتاز اراکانی عالم دین مولانا حافظ نور البشر کی تحریر کردہ ہے۔ وہ اس رپورٹ میں اراکانی مسلمانوں کی مظلومیت کی داستان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

☆...... برما 1948ء میں آزاد ہوا، اس سے ایک سال قبل جب پاکستان کو آزادی مل رہی تھی، اراکان کے ارباب حل و عقد اور مسلمانوں کے قائدین نے محمد علی جناح سے باقاعدہ ملاقات کی اور ان کے گوش گزار کیا کہ اراکان کو پاکستان کے ساتھ ملایا جائے (اس لئے کہ یہ خطہ سابقہ مشرقی پاکستان کی بندرگاہ چٹا گانگ کے ساتھ متصل ہے، جس زمانے میں اراکان آزاد اسلامی ریاست کے طور پر دنیا کے نقشے پر صدیوں تک موجود رہا، اس وقت چٹا گانگ اراکان کا حصہ تھا) لیکن یہ خواب پورا نہ ہو سکا اور 1948ء میں برطانیہ نے جاتے جاتے اراکان کو مشرقی پاکستان کے ساتھ ملانے کی بجائے برما میں شامل کر دیا، جس سے مسلمانوں پر مظالم کا نیا سلسلہ شروع ہو گیا۔

☆...... 1964ء میں جنرل نے ون نے حکومت سنبھالی تو مسلمانوں کو اراکان کی سرزمین سے بے دخل کرنے کے لئے باقاعدہ قانون سازی کی گئی، جس میں صدیوں سے اس خطے میں آباد روہنگیا مسلمانوں کی برما کی شہریت کو مشکوک بنا دیا گیا اور اراکان کو برما کا حصہ رکھتے ہوئے وہاں کی آبادی کو برما کا شہری تسلیم کرنے سے انکار کر دیا گیا۔

☆...... 1978ء میں برما کی حکومت نے باقاعدہ مسلمانوں کے خلاف آپریشن کیا جس کے نتیجے میں ایک لاکھ سے زائد مسلمان شہید ہوئے اور پانچ لاکھ کے لگ بھگ بے گھر ہوئے۔

☆...... 1991ء میں پھر آپریشن کیا گیا، جس میں ہزاروں مسلمان لقمۂ اجل ہوئے اور ساڑھے تین لاکھ روہنگیا مسلمان بنگلہ دیش میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے، جہاں وہ آج بھی کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

☆...... ابھی گزشتہ سال سے پھر مسلمانوں کا قتل عام جاری ہے، جس پر عالمی ادارے بھی چیخ اٹھے ہیں، حتیٰ کہ اقوام متحدہ کو برما کی حکومت سے مطالبہ کرنا پڑا ہے کہ وہ اراکان کے روہنگیا مسلمانوں کی شہریت کا مسئلہ طے کرے اور خونریزی کے سلسلے پر قابو پائے۔

☆...... اسلامی سربراہ کانفرنس کی تنظیم (او آئی سی) کے زیر سایہ عالمی سطح پر ایک فورم ''اراکان روہنگیا یونین'' کے نام سے قائم کیا گیا ہے، جو ان مسلمانوں کی مظلومیت اور کسمپرسی کی طرف عالمی رائے عامہ اور بین الاقوامی اداروں کو متوجہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ امریکہ میں مقیم ایک اراکانی مسلمان ڈاکٹر وقار الدین اس فورم کے سربراہ ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اراکان کے ان مسلمانوں کا سب سے بڑا قصور یہ ہے کہ وہ مسلمان ہیں، ایک اسلامی ریاست کا پس منظر رکھتے ہیں اور بدقسمتی سے بودھ اکثریت کے ملک برما (میانمار) کا حصہ بن گئے ہیں، جبکہ ان کا اس سے بھی بڑا جرم یہ ہے کہ انہوں نے برصغیر کی تقسیم کے وقت پاکستان میں شامل ہونے کی خواہش کا اظہار کیا اور محمد علی جناح سے ملاقات کر کے ان سے اس کی درخواست بھی کر دی جو بوجوہ قبول نہ کی جا سکی، اس لئے ہمارے خیال میں یہ مسئلہ اپنی نوعیت

کے لحاظ سے ''مسئلہ کشمیر'' سے مختلف نہیں ہے۔

گزشتہ برس ہم نے جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے امیر مولانا فضل الرحمان سے، جو اس وقت پارلیمنٹ کی کشمیر کمیٹی کے چیئرمین تھے، ملاقات کر کے درخواست کی تھی کہ مسئلہ کشمیر کے ساتھ اراکان کے مسئلے کو بھی حکومت پاکستان کے ایجنڈے کا حصہ بنایا جائے اور اس کے لئے عالمی سطح پر آواز اٹھائی جائے۔ مولانا فضل الرحمٰن نے قومی اسمبلی اور مختلف بین الاقوامی اداروں میں برما کے ان مظلوم مسلمانوں کے حق میں آواز اٹھائی ہے۔ اس کے اثرات بھی سامنے آئے ہیں، لیکن اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ او آئی سی اس سلسلے میں زیادہ سنجیدگی کے ساتھ توجہ دے۔ بنگلہ دیش کی حکومت اسے باقاعدہ اپنے ایجنڈے میں شامل کرے اور حکومت پاکستان بھی اسے ترجیحات کا حصہ بنائے۔ اراکانی مسلمان صدیوں تک ایک آزاد اسلامی ریاست کا پس منظر رکھنے کے باوجود آج مسلسل مظالم اور بے بسی کا شکار ہیں تو ان کے حق میں آواز اٹھانا اور عالمی رائے عامہ اور اداروں کو برما (میانمار) کی حکومت پر مؤثر دباؤ ڈالنے کے لئے آمادہ کرنے کے ساتھ ساتھ مظلوم مسلمانوں کی امداد کا اہتمام کرنا بہر حال ہماری دینی اور قومی ذمہ داری بنتی ہے۔

(مطبوعہ: روزنامہ پاکستان، لاہور۔ 22 جون 2013ء)

☆......☆......☆